عہدِ نبوی(ﷺ) مکی دور کے نظامِ مالیات کا جائزہ: دفاعی نقطہ نظر سے

An Overview of the Financial System in Makki Era: From a Defensive Point of View

*محمد سلامت اللہ

**پروفیسر ڈاکٹر سید نعیم بادشاہ

Abstract

Islam gives great importance to its financial system as well as its defense system. If the financial system is strong, so the defense system should also be strong. The usefulness and importance of Financial System has never been hidden from anyone. In the Holy Quran, wealth has been described as a means of survival for human life. Financial system is considered to be a backbone of every Islamic State. Nevertheless, it is pre-requisite to discuss its resources and applications. Just as an Islamic State needs a stable financial system, in the same way it also needs strong defense system. Whether it's related to internal or external threats such as spending money on the military etc. we cannot deny its importance.

In the Makki Era, the financial system did not exist in an organized and regular form, because it was the earliest period of Islam. In fact, the Makki Era was a time of training and purification for Muslims. However, from defensive point of view during this period more emphasis was on increasing the Muslim Work Force. In that period Islamic State did not exist, but at the same time, steps were taken to strengthen the economic system of individuals.

Keywords: Islamic State System, Islamic Defense System, Islamic Financial System

تعارف

اس کائنات کو ذاتِ باری تعالیٰ نے پیدا فرما کر ایسا نہیں چھوڑا بلکہ بنی نوع انسان کی تخلیق فرما کر اس کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ منتخب فرمایا اور پھر اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کا سلسلہ جاری کیا۔ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور اس سلسلہ کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ قرار پائے۔ آپ ﷺ پر دینِ اسلام کو مکمل کیا گیا اور اپنی نعمت پوری کر کے دینِ اسلام کو بطورِ دین پسند کیا گیا۔ خاتم الرسل حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کا ہر پہلو اُمتِ محمدیہ (ﷺ) کے لئے بمنزلہ ہدایت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ ﷺ کا تشریعی دور نبوت و رسالت کے شروع سے ہوتا ہے مگر اس سے پہلے کا زمانہ چاہے بچپن کا ہو یا لڑکپن کا، جوانی کا ہو یا بوڑھاپے کا، اُمتِ محمدیہ

*ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامیات، فیکلٹی آف رورل سوشل سائنسز، زرعی یونیورسٹی پشاور

**چیئرمین، شعبہ اسلامیات، فیکلٹی آف رورل سوشل سائنسز، زرعی یونیورسٹی پشاور

ﷺ کے لئے اس میں بہترین رہنمائی موجود ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے خدوخال نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں بیان نہ کئے ہوں یا آپ ﷺ کے زمانہ میں اُس کی کوئی صورت موجود نہ ہو، چاہے وہ نظامِ دفاع سے متعلق ہو یا نظامِ سیاست سے یا نظامِ معیشت سے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک نمایاں پہلو "نظامِ مالیات" جس کی اہمیت سے کسی بھی زمانے میں انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی ریاست کی اگر معاشی نظام اور مالیاتی نظام کمزور ہو تو اس کی دفاع بھی مستحکم نہیں ہوتی اس لئے ہر دور میں نظامِ دفاع زیادہ تر نظامِ مالیات کے استحکام پر منحصر ہوتی ہے۔ مطلب یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر ریاست کی دفاع کے لئے مال کی ضرورت پڑ گئی۔

آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ دو ادوار مکی اور مدنی پر مشتمل ہیں۔ اس مضمون میں عہد مکی پر بحث کی جائے گی۔ مکی عہد کی مدت تقریباً تیرہ سال ہے۔ عہدِ مکی میں نبی کریم آخر الزمان (ﷺ) کی دعوت کا محور اور مرکز توحید، رسالت، آخرت، سابقہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات وغیرہ تھے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی درجہ میں معاشی اور تجارت کے طور طریقوں کی اصلاحات کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ چونکہ ابتدائی زمانہ تھا اور ریاست نہ ہونے کی وجہ سے نظامِ مالیات کی کوئی باقاعدہ شکل موجود نہیں تھی۔ مکی عہد میں مسلمانوں کو واجبی انفاق مال کا حکم نہیں دیا گیا البتہ ایار انفاق مال کا بطور حکم اور ترغیب دونوں پہلو موجود ہیں تاکہ مسلمانوں کا تزکیہ اور تربیت سازی ہو جیسے زکوٰۃ اور نفلی صدقات وغیرہ۔ دورِ جاہلیت میں اہلِ عرب میں بھی نظامِ مالیات کی تھوڑی بہت شکل موجود تھی۔ اس وقت اس نظام کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہے کہ اس کے بنیادی ذرائع کون کون سے تھے؟ اور طریقہ کار انہوں نے کیا اپنایا تھا؟ عرب کے معاشرہ میں ٹیکس کا رواج تو موجود تھا اور ساتھ ہی لڑائی اور جنگوں میں مالِ غنیمت کا تصور بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود تھا۔ عرب کے مالیاتی نظام میں خرابیاں بہت زیادہ تھیں۔ آپ ﷺ دعوتِ توحید و تبلیغ کے ساتھ ساتھ معاشی رویوں کی اصلاحات کی طرف بھی توجہ دیتے رہے۔ نبوت ملنے سے قبل سرورِ کائنات حضرت محمد (ﷺ) نے بنفسِ نفیس بچپن میں بکریاں چرائیں[1]۔

دورِ مدنی میں مالیاتی نظام کے جو بنیادی اسباب تھے مثلاً زکوٰۃ، نفلی صدقات، مالِ غنیمت، عشر، جزیہ اور خراج وغیرہ، ان سے متعلق واضح احکامات دورِ مکی میں موجود نہیں تھے۔ الغرض دفاعی نقطہ نظر سے عہدِ نبوی مکی دور میں مالیاتی نظام کے اُصولوں اور بنیادی قواعد کو حتی الوسع اس مختصر بحث میں واضح کرنے کی سعی کی جائے گی جو کہ اس دور کی ایک اہم ضرورت ہے جس کے ثمرات سے پڑھنے والے مستفید ہوں گے۔

مقاصدِ تحقیق (Objectives of Research)

زیرِ نظر بحث کا مقصد دفاعی نقطہ نظر سے عہدِ نبوی ﷺ (مکی دور) میں موصول ہونے والے ذرائعِ مالیات برائے دفاع کا جائزہ اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں نظامِ مالیات کا تصور

دورِ جاہلیت میں مختلف عرب حکومتوں اور شہروں کے سرداروں نے نظامِ مالیات کو کسی نہ کسی شکل میں قائم رکھا تھا۔اس نظام کے ذرائع کون کون سے تھے اور اس کا طریقہ کار کیسا تھا؟اس سے متعلق معلومات بہت ہی کم ہیں۔عرب کے سردار اپنے ماتحتوں اور قبائل سے ان کی آمدنیوں کا ایک خاص حصہ لیا کرتے تھے۔جب ان علاقوں یا شہروں میں باہر سے کوئی تاجر آجاتا تو یہ سرداران سے ٹیکس (مکسور) وصول کیا کرتے تھے۔اس کے علاوہ لڑائیوں اور جنگوں میں اگر غنیمت کا مال ملتا تو اس کا ایک خاص حصہ وصول کیا کرتے تھے اور عام طور پر بہترین چیز وصول کرتے تھے۔دورِ جاہلیت کا ایک مشہور و معروف شاعر عبداللہ بن عنمۃ الضبی[2] اپنے سردار کو مخاطب کرتا ہے:

لک المر باع منھا والصفایا وحکمک ونشیطۃ والفصول

ترجمہ: "اے سردار! آپ کے لئے مالِ غنیمت کا 1/4 حصہ ہے۔اس کے علاوہ جو مال تقسیم ہونے سے باقی رہ جائے وہ بھی آپ کا ہے اور حکم بھی آپ ہی کا چلتا ہے"[3]۔

خاص طور پر مکہ معظمہ کے تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قبیلہ قریش کی سیادت "قصی بن کلاب"[4] کو سونپی تو وہ ہر برس قریش کے دولت مند لوگوں کی آمدنیوں کے ایک حصہ ان کی خوشی سے وصول کیا کرتے اور اس طرح سے جمع شدہ اموال سے حاجیوں کی خدمت بجالاتے،اُن کے لئے جگہ جگہ سبیلیں لگواتے، کھانا تیار کرواتے اور زادِ راہ ختم ہونے کی صورت میں اُن کی مالی امداد بھی کرتے"[5]۔ نظامِ مالیات کا دوسرا ذریعہ مکہ مکرمہ میں لاوارث ترکہ تھا جو "قصی بن کلاب" کو دیا جاتا اور وہ حاجیوں کی فلاح پر صرف کرتے"[6]۔ نظامِ مالیات کا تیسرا بڑا ذریعہ درآمدی محصولات تھے۔جو بھی تاجر مکہ معظمہ کی انٹرنیشنل منڈی میں اپنا مال لے آتا وہ "قصی بن کلاب" کو ایک خاص ٹیکس دیتا[7]۔درآمدی محصولات کا یہ سسٹم جاہلی عرب کے دیگر بلاد میں بھی رائج تھا۔جیسے مدینہ منوّرہ[8] اور طائف[9]۔مزید یہ محصول عام طور پر مالیت کا 1/10 حصّہ پر مشتمل ہوتا تھا[10]۔عرب کے اس عالمی منڈی میں تجارتی میلوں اور بازاروں میں اموال لانے والے تجار اس شہر یا علاقہ کے سرداروں کو خراج یا محصول دیتے تھے۔جیسے "ہوازن"[11] کے قبیلے کا رواج تھا کہ وہ "عکاظ"[12] کے میلہ میں شریک ہونے کے لئے ہر سال وہاں کے سردار "زھیر بن جذیمہ"[13] کو محصول دیا کرتے تھے[14]۔زمانہ جاہلیت کا نظامِ مالیات موجودہ دور کے زمیندارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔چند سردار یا وڈیرے شہر کی تمام دولت و مال پر قابض ہوتے تھے۔جیسے اُمیہ بن خلف اور ابو سفیان وغیرہ۔غرباء کی تعداد کثیر تھی جن میں زیادہ تر غلام تھے اور جو اپنے حقوق کے لئے آواز بھی بلند نہ کر سکتے تھے۔مزدور اور آجر کے آپس کے تعلقات میں بھی ناخوشگواریاں موجود تھیں۔مزدوروں کا ہمیشہ استحصال ہوتا تھا۔اُجرت پر کام لینے کا رواج بہت عام تھا۔ہجرتِ مدینہ کے دوران نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کافر "عبداللہ بن ارقط"[15] کی خدمات راستہ دکھانے کے لئے اُجرت پر حاصل

کیں[16]۔اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ والوں کی بکریاں بھی اُجرت پر چَرائیں اور ہر بکری چرانے کی مزدور صرف ایک قیراط تھی[17]۔مویشی وغیرہ چرانے کے لئے خدمتگار مزدور پر رکھے جاتے تھے۔الغرض یہ مختصر حالات ہے نظامِ مالیات کا عرب کے دورِ جاہلیت کا۔ اس نظام میں سرمایہ دارانہ اور زمیندارانہ نظام کی سب خرابیاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں جو کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں اُن کی اصلاح فرمائی۔

رسولِ اکرم (ﷺ) کی حیاتِ طیّبہ

رسولِ اکرم (ﷺ) کی حیاتِ طیّبہ کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1۔ قبل از بعثت حیاتِ طیّبہ

2۔ بعد از بعثت اور قبل از ہجرت حیاتِ طیّبہ

3۔ بعد از بعثت نبوی اسلامی معاشیات کا جائزہ

رسولِ اکرم (ﷺ) کی حیاتِ طیّبہ کا ایک معتدبہ حصّہ قبل از نبوت مکہ مکرمہ میں گزرا ہے۔ نبوت ملنے کے بعد آپ (ﷺ) نے اپنی حیاتِ طیّبہ کے تیرہ سال مزید مکہ مکرمہ میں گزار دیئے۔ حیاتِ طیّبہ کے اس مرحلہ میں رسولِ اکرم (ﷺ) پر قرآن مجید کا 3/4 کا ایک وافر حصّہ نازل ہوا ہے۔یعنی قرآن مجید کے 114 سورتوں میں 86 سورتیں قبل از ہجرت نازل ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کا وہ حصّہ جو قبل از ہجرت نازل ہوا ہے اس کے بنیادی مضامین درجہ ذیل تھے: اثبات التوحید (ردِّ شرک)، صداقۃ الرسالۃ، صداقۃ الکتاب، معاد، اُممِ سابقہ کے قصص واقعات اور جنت ودوزخ کے تذکرے ان مضامین کے علاوہ بعض دیگر ایسے مضامین ہیں جو مکی سورتوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ مثلاً: نماز، معاشرتی اصلاحات اور معاشی اصلاحات۔

زکوٰۃ اجمالی طور پر مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی تھی اور اس کے مصارف اور مقدار کا تعین مدینہ طیبہ میں ہوا۔ مکی دور میں جب مہاجرین حبشہ ہجرت کر کے گئے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ[18] نے شاہِ نجاشی[19] کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزے کا حکم دیتے ہیں[20]،اور اس سے ان کی مراد مطلق نماز، روزہ اور زکوٰۃ تھی ورنہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے اور نصاب والی سال گزرنے کی شرط کے ساتھ زکوٰۃ، یہ سب فرائض ان سب تحدیدات کے ساتھ بعد میں فرض ہوئے ہیں[21]۔ آپ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس وقت دنیا کی حالت یہ تھی کہ عرب وعجم مذہبی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی اقدار کے لحاظ سے گری ہوئی تھی۔آپ ﷺ کی تربیت کا اثر یہ ہوا کہ تاریخ میں پہلی مرتبہ تھوڑے عرصے میں عرب کے بدو آپ کی قیادت میں متحد ہوئے اور اللہ کی وحدانیت کا پیغام لے کر ایمان کے نشے میں پوری دنیا پر چھاگئے۔ مکی دور میں جوں جوں لوگ مسلمان ہوتے گئے وہ آپ (ﷺ) کی تعلیمات کی پیروی کرتے رہے۔ اگرچہ ان تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے کوئی منظم اور ریاستی نظام موجود نہیں تھا البتہ لوگ انفرادی طور پر اس پر عمل کرتے

رہے۔اسی طرح مکی دور میں انسانوں کے معاشی رویے کی اصلاح، انسانوں کے تجارت کے طور طریقوں کی اصلاح اور لین دین اور معاملات میں بہتری، سماوی شریعتوں اور کتب کا ایک اہم ہدف رہا۔ قرآن کریم نے جہاں سابقہ مختلف پیغمبروں کی تعلیم کا خلاصہ و نچوڑ بیان کیا ہے۔ اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معاشی رویہ کی اصلاح اور تجارت اور معیشت کی پاکیزگی اور تطہیر سماوی شریعتوں کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ سورہ انبیاء میں کئی انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ ہم نے ان تمام پیغمبروں کو اپنے اپنے دور میں نورِ ہدایت بنایا تھا جو حسنات (نیکیاں) کی تلقین کرتے تھے۔ پھر ان حسنات کی فہرست میں وایتاء الزکوٰۃ کا لفظ بھی آیا ہے۔ گویا واجبی انفاق اور اختیاری انفاق کی تعلیم دینا ہر پیغمبر کی نبوی ذمہ داریوں کا حصہ رہا۔ حضرت شعیب[22] علیہ السلام جو کہ خاص طور پر ایک ایسی قوم میں بھیجے گئے تھے جو معاشی طور پر بے راہ روی کا شکار تھی۔ سیدنا شعیبؑ نے بڑی تاکید کے ساتھ اُن کو بتایا کہ ناپ تول میں کمی مت کرو، لوگوں کے اموال پر ڈاکے ڈالنا چھوڑ دو۔ معاشی رویہ میں اصلاح کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ جو مال و دولت میری ملکیت میں ہے، میں اس کا حقیقی مالک نہیں ہوں۔" المال مال اللہ "۔یہ سارا مال اللہ کا ہے۔اور میری حیثیت اس مال میں اللہ کے جانشین کی ہے۔اس لئے یہ رویہ کہ" ان نفعل فی اموالنا ما نشاء "[23]۔ہم اپنے مال میں جو چاہیں کریں، یہ رویہ درست اور مناسب نہیں ہے۔

مکی دور میں دفاعی نظام کا مختصر جائزہ

کسی بھی ملک یا ریاست کے دفاع کے لئے نہ صرف عسکری تیاری کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ غیر عسکری انتظامات (مالی انتظامات) بھی ضروری ہوتے ہیں۔ مکی دور میں دفاعی نظام موجود نہیں تھا البتہ اس کی پیشگی صورتیں کسی نہ کسی شکل میں موجود تھیں جیسے دعوت و تبلیغ اور انفاق فی سبیل اللہ، مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ کے لئے اقدامات وغیرہ، جس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آگے جا کر اس سے کسی بھی ریاست کے دفاعی نظام کو وضع اور منظم کیا جاسکے۔ مکی دور دعوت، تربیت و تزکیہ و تنظیم اور صبر کی تیاری کا دور ہے، اس وقت تک اگر کوئی ظلم و زیادتی کی جائے تو برداشت کرو اور صبر کرو۔ کسی بھی جوابی کارروائی سے گریز کیا جائے۔ اس دور میں یہ پالیسی اپنائی گئی۔ مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ کی کامیابی کے ضمن میں آپ کی تدبر، دوراندیشی اور معاملہ فہمی کا انتہائی نازک معاملہ تھا۔ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ابھی تعداد اور قوت میں تھوڑی ہے، اگر یہ جوابی کارروائی کرے گی تو کچل دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر مصیبتوں اور تکلیفوں کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جوابی کارروائی نہیں کی اور اذیتوں کو سہتے رہے تاکہ دعوت و تربیت کے ذریعے آگے جا کر اپنی بنیاد کو مستحکم اور مضبوط کریں۔ مکہ معظمہ میں محنت کرنے کے بعد نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ[24] رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف[25] کا دورہ کیا تاکہ بنو ثقیف[26] آپ کی مدد اور مشرکین مکہ سے دفاع اور حفاظت کریں[27]۔ اسی طرح فتنوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے دین کی حفاظت کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنہ 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا کہا گیا۔ مکی دور کے تیرہ

(13) برس دعوت و تبلیغ، تربیت و تزکیہ اور تنظیم پر توجہ مرکوز تھی، جس کا نقطہ عروج بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ ہے۔ آپ ﷺ کی تیرہ سالہ جدوجہد کا نتیجہ اگرچہ مکہ معظمہ میں نظر نہیں آیا البتہ مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا ثمرہ ایک مضبوط اسلامی ریاست کی شکل میں عطا فرمایا۔

مکی دور میں نظامِ مالیات کے بنیادی ذرائع اور اس کا جائزہ

مکی دور میں نظامِ مالیات و معیشت کی بنیاد اور طریقہ کار وہی تھا جو دورِ جاہلیت کے زمانے سے چلی آرہی تھی۔ حضور ﷺ نے اُن میں بعض اصلاحات ضرور کی تھی البتہ اسلام جو کہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے وہ سابقہ ادیان کی تمام اچھی چیزوں کو برقرار رکھتا ہے اور بری چیزوں کو اچھی چیزوں سے بدل دینے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی اُصولِ الٰہی اور نبوی سنت ہے۔ لہٰذا عہدِ نبوی ﷺ میں شریعت اور دین کے دائرے میں، سماجی زندگی اور اسی طرح معاشی اور مالیاتی معاملات میں اُصولِ الٰہی اور سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کیا گیا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ مکی دور سے ہی دین و شریعت کا ارتقاء شروع ہو کر مدینہ منورہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ البتہ مالیات کے حصول کے ذرائع کی تھوڑی بہت تاریخ اہل عرب میں ملتی ہے۔ معاشی جدوجہد بھی جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اور اس پر دال یہ روایت ہے کہ: "اور چاہیے کہ اپنے بال بچوں کے لئے حلال کی طلب کی جدوجہد کرو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد ہے"[28]۔ بنیادی طور پر مکی دور میں مالیات و معیشت کا دارومدار چار ذرائع پیداوار پر تھا:

1۔ تجارت 2۔ زراعت 3۔ صنعت وحرفت 4۔ مزدوری واجرت

مکہ مکرمہ میں اہلِ قریش کے معیشت کا زیادہ تر انحصار تجارت پر تھا لیکن ان کے بہت سے لوگوں کا (خاص کر زعماء و اکابر) زراعت اور حرفہ واستکاری سے بھی تعلق تھا۔ زیادہ تر لوگ محنت مزدوری پر زندگی گزارتے تھے۔ کچھ لوگوں کا تعلق تجارت و زراعت سے بھی تھا اور بہت سے لوگوں کا واسطہ حرفہ ودستکاری سے بھی تھا۔ مذکورہ بالا چاروں ذرائع انسانی تہذیب و تمدن میں ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں، حالات واقعات کے مطابق ان میں سے کسی کو زیادہ ترجیح مل جاتی تھی۔ مکہ معظمہ کے جغرافیائی حالات اور بیت اللہ کی موجودگی کے باعث قریشِ مکہ کو تجارت، کاروبار اور خرید وفروخت کے معاش کو زیادہ ترجیح دینا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ کی سہولت اور جمع خاطر کے لئے ان کے لئے گرمی و سردی کے دو بین الاقوامی سفر یا تجارتی مقاصد کا انتظام کیا کہ اہل قریش بھوک سے محفوظ رہیں اور امن وامان سے رہ سکیں[29]۔ قریشِ مکہ کی اس بنیادی معیشت و کاروبار کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی زمانہ جاہلیت میں بھی اور عہدِ اسلام میں بھی تجارت و کاروبار کو ہی اپنی معاشی زندگی کی اصل اور بنیاد بنایا۔ قریش مقامی اور شہری علاقوں میں بھی تجارت اور کاروبار کرتے تھے اور ریاستی سطح پر بھی عرب کے بازاروں میں تجارت کے لئے آتے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ بین الاقوامی اور غیر ملکی تجارت اور کاروبار میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ شام[30]، یمن[31] اور ان کے قریب علاقوں میں جاتے تھے۔ خصوصاً شام کی تجارت قریش کی معاشی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی تھی

۔اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریشی تاجر مقامی کاروبار اور ملکی تجارت میں حصہ لینے کے ساتھ شام کی تجارت سے بھی وابسطہ ہو جاتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے شام کی طرف تجارت کی غرض سے دو سے زیادہ سفر کئے تھے، یمن اور عرب کے بازاروں میں بھی کئی بار گئے تھے۔ نبوت سے پہلے بھی تجارت کی تھی اور نبوت کے بعد بھی جاری رکھی تھی۔ نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد کے طریقہ کار میں فرق تھا۔ شروع میں مختلف تجار کا سامانِ تجات لے کر جاتے اور اپنی محنت ومشقت سے اپنے کاروبار کو بڑھاتے اور صاحبِ مال کے مال ودولت پر مزید منافع کرتے اور واپسی پر صاحبِ مال کا اپنا مال اس کو لوٹاتے اور منافع میں دونوں شریک ہو جاتے۔ فقہاءِ اسلام اور ماہرین مالیات ومعیشت نے اس معاملہ کو مضاربت، مقارضہ اور قراضہ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جو کہ محنت وسرمایہ کے اشتراک پر منحصر تھا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ [32] رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کے بعد خود مالدار بن گئے تھے اور اب آپ ﷺ کی تجارت میاں بیوی کی باہمی مشترکہ تجارت بن گئی تھی۔ نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ ہر وقت دینِ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور قرآن کریم کی تعلیم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت میں مصروف ہوگئے اور دوسرے تجار کے ذریعے تجارت کرنے لگے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ صاحبِ مال ہونے کی وجہ سے اپنے گھرانے کا سامان اور تجارت قریشی وعرب تجار کو مخصوص نفع کی شرح یا شراکت کی بنیاد پر دیتے۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ ﷺ نے نبوت کے بعد کی زندگی میں ابوسفیان بن حرب اموی رضی اللہ عنہ جیسے قریشی تاجر وصاحب مال کے ساتھ شراکت کی۔ اور وہ یمن وشام اور بعض دوسرے علاقوں میں جاری رہتی تھی [33]۔ عہد نبوی (مکی زندگی) میں، آپ ﷺ بحیثیتِ تاجر کہیں نہ گئے۔ انہیں مذکورہ طریقوں کے ذریعہ کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صاحبِ مال مسلمانوں نے بھی مکی زندگی میں تجارت کا کاروبار کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامانِ تجارت شام لے کر آپ بطورِ تاجر اپنی حیثیت منوا چکے تھے۔ شام کے تجارت سے وابستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر فاروقؓ [34]، حضرت عثمان بن عفانؓ اموی [35]، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ [36]، حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمیؓ [37] اور حضرت زبیر بن عوامؓ [38] رضوان اللہ اجمعین وغیرہ شامل ہیں۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے دوران حضرات زبیرؓ وطلحہؓ شام سے واپسی پر آپ ﷺ کے قافلے سے ملے تھے اور ہدیے وتحائف پیش کئے تھے۔ اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت وغیرہ سے مسلمانوں کی افرادی قوت بڑھانے میں کردار ادا کرتے رہے۔ دورِ مکی میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قریشِ مکہ دونوں کے پڑوسی ملک حبشہ سے تجارتی تعلقات تھے۔ اس وقت حبشہ کو قریشی تجارت کا مرکز یا تجارتی منڈی تصور کیا جاتا تھا۔ یہ تجارت دوطرفہ ہوا کرتی تھی۔ مکہ اور مدینہ غیر ملکی تاجروں کے قافلے آتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص [39] رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے عہد مکی میں بحیثیت کافر تاجر اور سفیر قریش اپنے دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ حبشہ جاتے اور وہاں اپنا مال وسامان فروخت کرتے تھے اور حبشی سامانِ تجارت، عرب کے بنیادی ضروریات کے مطابق مکہ اور دوسرے علاقوں کے لئے لاتے تھے۔ انہیں حبشی تجار کا ایک بہت بڑا طبقہ مکہ میں بھی موجود تھا [40]۔ مکہ معظمہ کی آب وہوا، مٹی اور زمین کھیتی باڑی کے لئے موزوں نہیں تھی۔ یہ زمین زیادہ تر ریگستانی اور چٹانی

تھی۔ اور اس کی آب ہوا صرف گرم ہی نہیں بہت ہی زیادہ گرم تھی۔ کئی دوسرے خطے اور علاقے زراعت و کھیتی باڑی کے لئے بہت موزوں و مناسب تھے۔ ان دوسرے خطوں میں باغبانی، کھیتی باڑی اور دوسری زرعی پیداواریں بہت ہوتی تھیں۔ ان علاقوں میں طائف کا شہر وعلاقہ بہت ہی قریب تھا اور مکہ معظمہ کو روز مرّہ کی بنیادی ضروریات مثلاً غلہ واناج، پھل پھلاری اور دوسری زرعی مصنوعات مہیا کرتا تھا۔ طائف کے زرخیز اور وسیع وعریض وادی میں ثقفی اکابر و بڑوں کے اموال اور زرعی جائیدادوں کا بہت بڑا جال بچھایا گیا تھا مثلاً زرعی جائیدادیں اور باغات وغیرہ جس کی وجہ سے یہ لوگ مالی لحاظ سے خوشحال تھے۔ عہد مکی دور نبوی میں اکا دکا مسلمان طائف کے وادی میں رہائش پذیر تھے۔ البتہ قریشِ مکہ کے کئی جاہلی اکابر کے اموال اس دیار میں تھے اور ان کے مسلم اخلاف ان کے وارث بن گئے تھے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے صاحبِ مال باپ کی وفات کے وقت صاحبِ ایمان نہیں تھے اور بعد میں مسلمان ہوئے۔ ان لوگوں میں ابواحیحہ سعید بن عاص اموی[41] کے بیٹے حضرت ابان اموی[42] وغیرہ، عبدالمطلب ہاشمی کے بیٹے حضرت عباس ہاشمی وغیرہ اور بنو مخزوم[43] وغیرہ کے کئی مسلمان شامل تھے۔ انہیں مالکانِ اموال قریش کو طائف کھیتوں اور باغات سے کئی پیداواریں مثلاً انگور، غلہ، شہد اور کئی دوسری مصنوعات ملتی تھیں جو مکہ معظمہ لائی جاتی تھیں۔ اور ان پیداواروں کی آمد و رفت سال بھر مسلسل رہتی تھی[44]۔ مکی عہد میں یثرب[45] کا علاقہ خالص یا بیشتر زرعی علاقہ تھا۔ اور اس کے گرد و نواح میں یثربی عرب شیوخ، مسلمان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کے کھیت اور باغات تھے۔ جن کو اموال سے موسوم کیا جاتا تھا۔ عہد مکی کے تیرہ سال میں پورا یثرب مسلمان ہو چکا تھا۔ یثرب کے اکثر لوگ کھجور کے بڑے باغات اور چھوٹے موٹے جھنڈ اپنے پاس ضرور رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ جو غریب طبقہ تھا وہ اپنے گھروں کے ارد گرد اور احاطوں (دار) میں کھجور کے چند درخت ہی لگا لیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی زمینوں میں سبزیاں بھی اگاتے تھے جن میں لوکی، کدو، شلجم، مولی، چقندر، پیاز، لہسن وغیرہ کئی پیداواریں شامل تھیں[46]۔ اسی طرح مویشی پالنا بھی زرعی معیشت کا ایک حصہ تھا جس طرح تجارتی خطوں کی اقتصادی زندگی کا۔ بھیڑ، بکریاں، اونٹ، گائے اور مرغی وغیرہ سب پالے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا دودھ ان کی غذا بھی تھا اور آمدنی کا ذریعہ بھی۔ اور ساتھ ساتھ زرعی مصنوعات بھی تھیں جو حرفت و دستکاری کی پیدوار تھیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے بذات خود بکریاں چرائی تھی[47]۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[48] مکہ کے پہاڑوں میں کے لوگوں کے مویشی اجرت پر چراتے تھے[49]۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی انا حضرت ام ایمن[50] رضی اللہ عنہا جو خاندان رسالت سے تعلق رکھتی تھی بھی مویشیوں کی چرواہی کا کام کرتی تھیں۔ مویشی پالنے کے علاوہ لوہاری، زرگری، اسلحہ سازی، بڑھئی گیری (نجاری)، چمڑا سازی، خیاطی و درزی گیری، عطر سازی اور ان جیسے کئی دستکاریاں تھیں جو کہ مکی دورِ نبوی کی مسلم معیشت و اقتصاد کا مختلف خطوں اور علاقوں میں ایک اہم حصہ رہی تھیں۔ لوہاری اور اسلحہ سازی میں دورِ مکی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت مشہور و معروف اور ہنر مند کاریگروں میں حضرات حباب بن ارت تمیمی[51] اور سعد بن ابی وقاص زہری[52] رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضرت صہیب بن سنان رومی[53] رضی اللہ عنہ بھی ایک ماہر تربیت یافتہ کاریگر تھے۔ اسی طرح زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا خاندان خیاطی کے

فن میں بہت مشہور تھا[54]۔ ہر معاشرے اور سماج کی طرح عہدِ جاہلیت اور عہد نبوی میں زیادہ تر لوگوں کا اقتصادی مشغلہ مزدور واجیری ہوا کرتا تھا۔ ان میں پھر دو طرح کے ہنر مند افراد ہوتے تھے: ایک وہ جو اپنے خاص ہنر اور فن کے ذریعے مختلف مزدوری کیا کرتے تھے اور دوسرے غیر ہنر مند۔ ہنر مند افراد ایک خاص تعلیم و تربیت کے بعد لائق کام بنتے تھے۔ جبکہ غیر ہنر مند لوگ کسی فن و تربیت میں طاق نہ ہوتے تھے اور وہ عام محنت و مزدوری کے کام کر کے اپنی روزی کماتے تھے۔ دونوں قسم کے مزدوروں میں آزاد لوگ بھی تھے اور غلام و موالی کے طبقات کے افراد بھی۔ الغرض مکی دور میں مسلمانوں اور کافروں کے مالیات کے بنیادی ذرائع یہی تھے۔ جس کے ذریعے مسلمان اپنی اقتصاد کو مستحکم کیا کرتے تھے اور ساتھ ہی اُن کی افرادی دفاعی قوت بھی مستحکم ہوتی تھی۔ مکہ مکرمہ میں صرف ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ سے متعلق احکامات نازل ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ مکہ معظمہ میں مسلمان مغلوب، مظلوم اور اقلیت میں تھے۔ مسلمانوں کے پاس ریاست نہیں تھی۔ جس کی دفاع کے لئے ایک منظم مالیاتی نظام موجود ہو۔ البتہ مسلمانوں کی انفرادی دفاع کو مضبوط اور قوی بنانے کے لئے اقدمات اُٹھائے گئے تھے، جن کا تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

عہد نبوی مکی دور میں افرادی قوت بڑھانے کے لئے غلاموں کی آزادی کی تعلیم

ہر دور میں غلامی کا تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا ہے۔ کمزور اور غریب طبقہ اس کی وجہ سے ہر وقت ظالم اور جابر لوگوں کے ظلم و ستم کا شکار رہے ہیں۔ غلاموں کے حقوق کا تحفظ ہر مذہب نے کسی نہ کسی شکل میں کیا ہے۔ مگر جو حقوق ان کو اسلام نے دیئے اور جو مقدمہ ان کے لئے اسلام نے لڑا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ 1442 سال پہلے اگر نظر دہرائی جائے تو غلاموں کے ساتھ جو ناروا اور برا سلوک کیا جاتا تھا، انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کمزور اور ضعیف طبقہ تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام نے انہیں قابلِ احترام انسان بنایا اور ان کو حُریت اور آزادی جیسی نعمت سے نوازا۔ عہدِ نبوی (مکی دور) میں میں نبی کریم ﷺ نے خود بھی غلاموں کو آزاد فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُمت کو بھی تعلیم دی کہ وہ بھی غلاموں کو آزاد کروایا کرے۔ یہی لوگ آزاد ہو کر مسلمان ہوتے تھے اور مجاہدین بن کر اسلامی ریاست کے دفاع کے لئے اپنے مال اور جانیں قربان کرتے تھے۔ اور اس طرح مکی دور میں مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ جو آگے چل کر ایک مضبوط اسلامی ریاست کی پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی ابتدائی تعلیمات میں بھی غلاموں کے ساتھ نرمی، ہمدردی اور شفقت کے سلوک کا درس ملتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بارے میں خصوصیت سے تعلیم دی ہے کہ "غلام کا آزاد کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے"[55]۔ اس پر مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں غلاموں کو معاشرے کا باعزت شخص بنانے کے لئے بھی تعلیم فرمائی:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ

وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ[56]

"اے مسلمانوں مشرک خواتین کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور ایک مسلمان لونڈی ایک آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ تمہیں مشرک عورت اچھی ہی نظر آئے اور اے مسلمانوں تم مسلمان عورتوں کا مشرک مردوں کے ساتھ نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور ایک مسلمان غلام بہتر ہے ایک آزاد مشرک آدمی سے خواہ تمہیں مشرک آزاد آدمی اچھا ہی لگے"۔

عہد نبوی ﷺ میں غلاموں کی حریت صرف افراد تک محدود نہیں تھی بلکہ ایک اسلامی ریاست کی یہ ایک ذمہ داری بھی تھی کہ وہ بیت المال سے کچھ رقم غلاموں کے آزاد کرنے پر خرچ کرے چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ[57]

ترجمہ: "یعنی زکوٰۃ کے اموال فقراء اور مساکین پر خرچ ہونے چاہئیں اور محکمہ زکوٰۃ کے عاملین پر اور کمزور نو مسلموں اور غلاموں کے آزاد کرنے میں اور مقروضوں کے قرض کی ادائیگی میں"۔

آپ ﷺ کے لسانِ مبارک سے آخری الفاظ جو سنے گئے ایسی حالت میں کہ آپ ﷺ نزع کی حالت میں تھے:

"حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أُمِّ مُوسَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ آخِرُ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ"[58]۔

"علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا آخری کلام یہ تھا: "نماز اور تمہارے مملوک۔"

حضرت زید بن حارثہ[59] رضی اللہ عنہ جن کا تعلق ایک آزاد خاندان سے تھا۔ بعد میں انہیں غلام بنایا گیا، پھر یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں آئے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں تحفتاً پیش کر دیا۔ حضورِ انور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور انہیں اپنا متبنّٰی بنایا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام

زندگی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کردی۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگِ موتہ میں مسلم افواج کے کمانڈر بنے اور لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جو کہ ایک مشہور صحابی اور پہلے مؤذنِ رسول ﷺ تھے۔ شروع میں غلام تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق[60] رضی اللہ عنہ نے ایک بھاری رقم کے عوض کافروں سے آزاد کروایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جتنے بھی مشہور غزوات تھے اُن سب میں شرکت کی اور غزوہ بدر میں آپ نے امیہ بن خلف[61] کو قتل کیا جو اسلام کا بڑا حریف اور دشمن تھا۔ اس کے علاوہ حکیم بن حزام[62] رضی اللہ عنہ نے اسلام سے قبل سو غلام آزاد کئے اور ضرورت مند مسافروں کو سواری کے لئے سو اونٹ بھی دیئے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی انہوں نے سو اونٹ ضرورت مندوں کو دیے اور سو غلام آزاد کئے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، "یا نبی اللہ! ان نیک اعمال کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو میں دورِ جاہلیت میں کر چکا ہوں؟" آپ نے فرمایا، جو نیکیاں تم اسلام سے قبل کر چکے ہو، وہ سب کی سب قائم و دائم رہیں گی"[63]۔ الغرض مکی دور میں خصوصی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ وہ غیر مسلم غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

"حدَّثَنَا شَرِيكٌ ، عَنْ أَبِي هِلَالٍ ، عَنْ أُسَقٍ ، قَالَ : كُنْتُ مَمْلُوكًا لِعُمَرَ ، فَكَانَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامَ وَيَقُولُ : {لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ} فَلَمَّا حُضِرَ أَعْتَقَه"[64]۔

ترجمہ: "اُسق کہتے ہیں کہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ وہ مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے، "دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے۔" ایک مرتبہ اسق کو ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اسق کو آزاد کردیا"۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جو بالکل آغاز ہی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوئے تھے، خود فرماتے ہیں کہ "نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت ایمان کرنے کے بعد میری زندگی میں کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرا جس میں، میں نے کسی نہ کسی غلام کو آزاد نہ کیا ہو. اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا کہ میں کسی جمعہ کو غلام آزاد نہ کر سکا تو اگلے جمعہ کو میں نے دو غلام آزاد کیے"[65]۔ خود رسول اللہ ﷺ کو غلاموں کی آزادی سے ذاتی طور پر دلچسپی تھی۔ آپ ﷺ بہت سے مواقع پر خصوصی طور پر غلاموں کو آزاد کرنے اور کرانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ اسلام کی بہت سی جنگوں جیسے غزوہ بدر[66]، غزوہ بنو عبد المصطلق[67] اور غزوہ حنین[68] میں فتح کے بعد آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنانے کے لئے عملی اقدامات بروئے کار لائے اور انہیں آزاد کروا کر ہی دم لیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ مختلف غلاموں کے بارے میں ان کے مالکوں سے انہیں آزاد کرنے کی سفارش فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے:

"حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا سليمان بن داود حدثنا أبو عامر عن الحسن عن سعد مولى أبي بكر وكان يخدم النبي ﷺ وكان النبي ﷺ يعجبه خدمته فقال: يا أبا بكر أعتق سعدا فقال: يا رسول الله ما لنا ما هن غيره قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أعتق سعدا"[69]۔

ترجمہ: "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ نبی ﷺ ان کی خدمت سے بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے، ''ابو بکر! سعد کو آزاد کر دو۔'' ابو بکرؓ کہنے لگے، ''یا رسول اللہ! میرے پاس ان کے علاوہ اور کوئی غلام نہیں ہے۔'' آپ نے پھر فرمایا، ''سعد کو آزاد کر دو۔'' چنانچہ ابو بکرؓ نے سعد کو آزاد کر دیا"۔

حضورِ اکرم ﷺ نے جن غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد فرمایا اُن میں زید بن حارثہ، ثوبان[70]، رافع[71]، سلمان فارسی[72]، ماریہ[73]، ام ایمن، ریحانہ رضی اللہ عنہم مشہور ہیں۔ بعض مؤرخین نے " تلقیح الفہوم " میں رسول اللہ ﷺ کے جن آزاد کردہ غلاموں کے نام گنوائے ہیں ان کی تعداد اکتالیس (41) ہے جبکہ انہوں نے آپ کی بارہ (12) آزاد کردہ لونڈیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے غلاموں کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے خرید کر آزاد فرمایا۔ ان کا درجہ بلند کرنے کے لئے انہیں آپ نے اپنا مولی قرار دے کر انہیں اپنے خاندان میں شامل کر دیا۔ مرضُ الوفات میں حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے تقریباً چالیس (40) غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا[74]۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دولت کا بڑا حصہ غلاموں کو آزاد کرنے پر صرف کیا گیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حدثنا أبو نعيم: حدثنا عبد العزيز بن أبي سلمة، عن محمد بن المنكدر: أخبرنا جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: كان عمر يقول: أبو بكر سيدنا، وأعتق سيدنا. يعني بلالا"[75]۔

ترجمہ: "حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سّیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے، ''ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا تھا"۔

مکی دور میں حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی معمول رہا۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کی ایک حکومت قائم ہو گئی تھی جس کے حاکم خود رسول اللہ ﷺ تھے۔

اس دور میں اسلام قبول کرنے والے غلاموں کو نہ صرف خرید کر آزاد کرنے کے لئے زکوۃ فنڈ کو استعمال کیا گیا بلکہ پورے عرب سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والے غلاموں کے لئے یہ ایک مستقل قانون بنادیا گیا۔

مکی دور میں انفرادی قوت بڑھانے میں دعوتی و تعلیمی مراکز کا کردار

عہد نبوی میں مکی دور اسلام کی دعوت کا نازک اور مشکل ترین دور تھا جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کی معیت میں گزارا۔اس دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضورِ اقدس ﷺ نے اپنی جانیں ہتھیلی میں رکھ کر اسلام کے اس نازک پودے کی ابیاری کی۔اہلِ اسلام کو ان جیسے حوصلے ،صبر واستقلال اور قوتِ برداشت کا پیکر بن کر مصائب وآلام کی تند وتیز آندھیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی ذ ہنی طور پر تیار رہنا چاہئے اور دعوت و تبلیغ کے راستے میں درپیش مصائب و تکالیف سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ عہد نبوی (مکی دور) میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کوئی متعین تبلیغی و دعوتی مرکز نہ تھا۔جہاں وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی دعوتی و تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھتے۔ حقیقت میں مکی دور میں خود حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی ذات مبارک ہی متحرک درس گاہ تھی۔ سفر و حضر، دن اور رات ہر حال اور ہر مقام میں آپ ﷺ ہی کی ذات دعوت و تبلیغ کا مرکز و منبع تھی۔ذیل میں مکی دور کے چند دعوتی و تبلیغی مراکز کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، جہاں پر رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے کسی نہ کسی حیثیت میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔اور جس سے مسلمانوں کی انفرادی دفاعی قوت میں اضافہ ہوا۔

دارِارقم دعوتی سرگرمیوں کا مرکز

حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون اسلام لانے والوں میں سے ایک صحابی ہیں۔" وكان داره على الصفا "[76]۔ان کا مکان مکہ میں کوہِ صفا کے اوپر تھا۔اسلامی تاریخ میں دارِ ارقم کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے اس مکان کو میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ارقم رضی اللہ عنہ کا یہ گھر 'دارالاسلام' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے[77]۔آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عثمان بن ارقم جو کہ ایک ثقہ محدث تھے وہ فرمایا کرتے تھے:

" انا ابن سبع الإسلام،أسلم أبي سابع سبعة"[78]۔

ترجمہ: "میں (عثمان) ایک ایسی شخصیت کا فرزند ہوں جنکوں اسلام میں ساتواں درجہ حاصل ہے، میرے والد محترم اسلام قبول کرنے والے ساتویں آدمی ہیں"۔

مکہ کے کفار و مشرکین جب اسلام کے اشاعت کو کسی طرح بھی نہ روک سکے تو انہوں نے ضعفائے اسلام پر زندگی گزارنا مشکل کردی۔رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت اللہ شریف میں آزادانہ نماز ادا کرنے سے روکتے تھے۔اسی طرح ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں خلل انداز ہوتے تھے، دست درازی کرتے تھے اور اکثر ان کا سلوک اور رویہ انتہائی گستاخانہ ہوتا تھا۔حالات اس قدر خراب ہوچکے تھے کہ اہلِ اسلام کے لئے گوشوں اور گھاٹیوں تک میں محفوظ

اور آزادانہ طور پر عبادات کا ادا کرنا ناممکن تھا۔ مؤرخ و سیرت نگار ابن اسحقؒ کا بیان ہے: " ایک دفعہ مسلمان مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کے ایک گروہ نے انہیں دیکھ لیا اور ان کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک پہنچ گئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری، جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے لئے بہایا گیا"[79]۔ یہ وہ نازک و سنگین حالات تھے جن میں نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے تاکہ صحابہ کرامؓ کامل انہماک اور دھیان سے اپنے معبود کی عبادت کر سکیں، چنانچہ جلد ہی دارِ ارقم اسلام اور دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ دارِ ارقم میں نہ صرف لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا جاتا تھا بلکہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس بھی کیا جاتا تھا۔ اور اس سے مسلمانوں کی افرادی قوت میں روز بروز اضافہ بھی ہوتا تھا۔ ابنِ سعد کی روایت ہے

" كان النبي صلى ﷺ يسكن فيها في اأول الإسلام وفيها يدعو الناس إلى الإسلام فاأسلم فيها قوم كثير"[80]۔

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ ابتدائے اسلام میں ہی اس مکان (دارِ ارقمؓ) میں رہتے تھے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور بہت سے لوگوں نے یہاں اسلام قبول کیا۔"

ابن جریر طبریؒ بھی مکی عہدِ نبوت میں 'دارِ ارقم' کو دعوتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیتے ہیں جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ حضرت ارقمؓ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"وكان داره على الصفا، وهي الدار التي كان النبي ﷺ يكون فيها في اأول الإسلام وفيها دعا الناس إلى الإسلام فاأسلم فيها قوم كثير"[81]۔

ترجمہ: "حضرت ارقمؓ کا گھر کوہِ صفا پر واقع تھا اور یہی وہ گھر ہے جہاں آغازِ اسلام میں رسول اللہ ﷺ رہا کرتے تھے۔ یہیں پر آپ (ﷺ) لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔"

دارِ ارقم کا اسلام کا مرکز بننے کے بعد دعوت و تبلیغ کا کام اب قدرے سکون کے ساتھ مشرکین کی نظروں سے اوجھل انجام پانے لگا۔ اسلام کی دعوت کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے کمزور، بے کس، زیردست اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیا و آخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ ابن الاثیر نے حضرت صہیب رومی اور حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہما) کے اسلام قبول کرنے کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے: ایک دن یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے اور دبے پاؤں دارِ ارقم کے دروازہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں پھر گفتگو رازدارانہ انداز میں شروع ہو جاتی ہے۔ عمار بن یاسرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ: میں نے صہیب رومی سے پوچھا: تم یہاں کیوں

کھڑے ہو؟ صہیبؓ نے کہا: تم کیوں کھڑے ہو؟ میں نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان کی باتیں سنوں۔ صہیبؓ نے کہا: میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اکٹھے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ ان بزرگوں کا اسلام تیس سے کچھ زائد آدمیوں کے بعد ہوا"[82]۔ دارِ ارقم نہ صرف کمزور مسلمانوں کی جائے پناہ تھی بلکہ یہاں نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تعلیم و تربیت کے ساتھ اجتماعی طور پر عبادات، ذکر اللہ اور دعاؤں کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ اس میں خصوصیت سے وہ دعا بھی قابل ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر بن خطابؓ اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) میں سے کسی ایک کے قبولِ اسلام کے لئے بھی مانگی تھی۔ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہو گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہی اسلام قبول کیا تھا۔ بعد میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی افرادی قوت میں کافی اضافہ ہوا۔ اور مسلمان کھلم کھلا عبادات شروع کرنے لگے۔ اسی طرح مصعبؓ بن عمیر، صہیبؓ بن سنان، طلیبؓ بن عمیر، عمار بن یاسرؓ وغیرہ کے بارے میں مؤرّخ ابن سعد اور ابن اثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ دارِ ارقم میں جا کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے[83]۔ مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔ دارِ ارقم نہ صرف 'دار الاسلام' تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے 'دار الشوریٰ' کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ ہجرت حبشہ اولیٰ وثانیہ جیسے اہم معاملات بھی اسی جگہ باہمی مشاورت ہی سے انجام پائے تھے۔ ابن ہشام کے الفاظ اس "دار الشوریٰ" کی صاف غمازی کر رہے ہیں:

"قال لهم: لو خرجتم إلى أرض الحبشة فإن بها ملكا لايظلم عنده أحد، وهي أرض صدق،حتى يجعل الله لكم فرجا مما أنتم فيه"[84]۔

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: اگر تم سرزمین حبشہ کی طرف نکل جائو تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشکل سے نجات دلادے جس میں تم گرفتار ہو"۔

مذکورہ الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب حضرات صحابہ کرامؓ کے کسی اجتماع سے ہی ہو گا جو دارِ ارقم میں انعقاد پذیر ہوا ہو گا۔ کیونکہ اس کے علاوہ اس اجتماع کا کسی اور جگہ منعقد ہونا ممکن نہیں تھا۔ سیرت نگاروں اور مؤرخینِ اسلام کی درجہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے:

1۔ دارِ ارقم میں طالبانِ حق کو رسول اللہ ﷺ دعوتِ اسلام دیتے تھے اور جو یہاں آیا فیضِ ہدایت پا کر ہی نکلا۔

2۔ اہل اسلام کے لئے، دارِ ارقم اطمینانِ قلب اور سکون کا مرکز تھا؛ خاص طور پر نادار، ستم زدہ، مجبور اور غلام یہاں آکر پناہ لیتے تھے۔

3۔ دارِ ارقم میں ذکر اللہ اور وعظ وتذکیر کا فریضہ بھی مسلسل انجام پاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام ؓ کے ساتھ اجتماعی دعائیں بھی مانگتے تھے۔

4۔ دارِ ارقم میں مبلغینِ اسلام کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا تھا، دعوت و تبلیغ کے آئندہ منصوبے بنتے تھے اور خود مبلغین کی تربیت کا کام بھی انجام پاتا تھا۔ دارِ ارقم کے تربیت یافتہ معلمین میں حضرت ابو بکرؓ، خبابؓ بن ارت، عبداللہؓ بن مسعود اور مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر شامل ہیں۔

5۔ دارِ ارقم مسلمانوں کے لئے دار الاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ 'دار الشوریٰ' کی حیثیت بھی رکھتا تھا جس میں باہمی مشوروں سے آئندہ کے لئے دعوت و تبلیغ کے منصوبے بنتے تھے۔ حبشہ کی طرف ہجرت کا فیصلہ بھی باہمی مشورہ سے اسی جگہ پر طے ہوا اور اس مقام کو اس کی تاریخ میں وہی مقام حاصل تھا جو قریش کے نزدیک دار الندوۃ کو حاصل تھا۔

6۔ مشرکین و کفارِ مکہ مسلمانوں کے دارِ ارقم میں پناہ گزین ہونے سے پوری طرح باخبر تھے، تاہم دارارقم کی اندرونی سرگرمیوں اور منصوبہ بندیوں سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ دارِ ارقم کا مسلمانوں کی انفرادی دفاعی قوت میں اضافے کا بہت بڑا کردار ہے۔ اور یہی انفرادی دفاعی قوت کا ظہور مدینہ منورہ میں ایک مضبوط وطاقتور اسلامی ریاست کی شکل میں ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی افرادی قوت بڑھانے کے لئے اسلام کی پہلی ہجرت

مکی دورِ نبوی میں رسولِ اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان سے چھٹکارا دلانے کے لئے فرمایا "تم لوگ یہاں سے نکل کر حبشہ ہجرت کرو۔ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ بھلائی کا وطن ہے۔ جب تک اللہ پاک تمہاری ان آزمائشوں سے نجات دلانے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے تم لوگ وہاں قیام کرو"[85]۔ اس فرمان کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، فتنے کے ڈر سے، دین وایمان بچانے کی مقصد سے اور اہلِ اسلام کی انفرادی دفاعی قوت بڑھانے کی غرض سے حبشہ ہجرت کر گئے۔ اس ہجرت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو حذیفہ اور ان کی بیوی، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اس ہجرت میں تقریباً 80 سے زائد افراد حبشہ پہنچ گئے"[86]۔ ہجرت حبشہ کے دوران حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربارِ نجاشی میں جو تقریر کی تھی اُس میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ آپ ﷺ نے ہم کو نماز، زکوۃ اور روزوں کا حکم دیا ہے[87]۔ حالانکہ یہ عہد نبوی مکی دور کا واقعہ ہے اور ابھی تک زکٰوۃ فرض نہیں ہوا تھا۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ زکٰوۃ کا حکم مکی دور میں موجود تھا لیکن فرض نہیں ہوا تھا۔ حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہجرت سے ہمیں درجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ ہجرت حبشہ حقیقت میں اذیتوں و مصائب سے راہِ فرار اور راحت کی جستجو کا نام نہیں بلکہ یہ کشادگی اور نصرتِ خداوندی آنے تک مقامِ آزمائش کی تبدیلی کا نام ہے۔

2۔ عقیدے کی حفاظت کے لئے وطن اور زمین جائیداد کو قربان کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس کے برعکس۔

3۔ اپنی انفرادی دفاعی قوت بڑھانے کے لئے مشروط طور پر غیر مسلموں کی پناہ حاصل کی جاسکتی ہے۔

مسلمانوں کی افرادی قوت بڑھانے میں بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ کا کردار

عہد نبوی کے مکی دور کے تقریباً تیرہ (13) سال بنیادی طور پر دعوت و تبلیغ، تزکیہ و تربیت اور تنظیم کے ادوار میں گزرے، جس کا نقطہ عروج بیعت عقبہ اولیٰ و بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ بیعت عقبہ اولیٰ سنہ 6 نبوی میں وقوع پزیر ہوئی۔ اس بیعت میں تقریباً بارہ (12) افراد شامل تھے[88]۔ اس بیعت کے موقع پر مدینہ منورہ کے بڑے سرداروں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ جیسے اسعد بن زرارہ، رافع بن مالک، عبادہ بن صامت، ابوالہیثم بن التیہان وغیرہ۔ دوسری بیعتِ عقبہ پہلی بیعت عقبہ کے اگلے سال حج کے موقعے پر ہوئی۔ اس بیعت میں تہتر (73) مرد اور دو (02) عورتیں شامل تھیں: نسیبہ بنت کعب اور اسماء بنت عمرو بن عدی یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جدوجہد اور مسلسل صبر کے گیارہ سال کی وہ قیمت تھی جس کی ادائیگی ضروری تھی اور وہ طریق تھا جس سے گزر کر اسلام کو مشرق و مغرب میں پھیلنا تھا۔ اہلِ اسلام کے سامنے روم کی طاقت کو پامال ہونا اور فارس کی عظمت و توقیر کو خاک میں ملنا تھا۔ بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ کے بعد دعوتِ اسلامی کے لئے مدینہ منورہ کی سرزمین ہموار ہونے کے مظاہر شروع ہوگئے۔ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ "ایسے حالات پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی راہ ہموار ہو جائے، اور مدینہ منورہ اسلامی ریاست کا مرکز و محور بن جائے جہاں سے اسلام کی لہریں اٹھ کر زمین کے ہر گوشے گوشے میں پہنچ جائیں"[89]۔

بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ میں بنیادی فرق

عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہ) اس بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بايعنا رسول الله ﷺ ليلة العقبة الأولى على أن لا نشرك بالله شيئًا، ولا نسرق، ولا نزني، ولا نقتل أولادنا، ولا نأتي ببهتان نفتريه من بين أيدينا وأرجلنا، ولا نعصيه في معروف"[90]۔

مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ بیعت عقبہ اولیٰ کے بنیادی نکات درجہ ذیل تھے:

1۔ اللہ تعالیٰ کے ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرنا

2۔ چوری نہ کرنا

3۔زنانہ کرنا

4۔اولاد کو قتل نہ کرنا

5۔کسی پر جھوٹا الزام نہ لگانا وغیرہ

اس بیعت میں ہر ایک فرد نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا اور اللہ کے دین کے لئے اطاعت اور اخلاص کے ساتھ رسول کے احکام کی بجاآوری پر عہد لیا گیا۔ نیز پہلی بیعت میں جہاد بالقوۃ کی طرف کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا، جب کہ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں نہ صرف اشارہ موجود ہے بلکہ یہ بات صراحتاً موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا دفاع کرنے کے لئے جہاد لازمی ہوگا اور اس دین اسلام کی طرف دعوت دینے کے لئے تمام وسائل اور ذرائع بروئے کار لائے جائے گے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ جس کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تھی، وہ ان تمام اصول ومبادی پر مشتمل تھی جن کی مشروعیت کی تکمیل مدینہ ہجرت کے بعد ہونی تھی۔ ان میں سب سے آگے جہاد فی سبیل اللہ اور بذریعہ قوت دعوتِ اسلامی کا دفاع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں اگرچہ اس حکم کو مشروع نہیں فرمایا تھا البتہ اس نے اپنے محبوب حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو پہلے سے بتادیا تھا کہ مستقبل میں اس کی مشروعیت ہوگی۔

نتائج البحث (Result of Discussions)

مذکورہ بحث سے حسبِ ذیل نتائج مرتب ہوتے ہیں:

- اسلام کے مالیاتی نظام میں آغاز سے ہی ایک خاص حصہ موجود رہا۔
- دورِ رسالت کے مکی دور میں نظامِ مالیات منظم اور باقاعدہ شکل میں نہیں پایا جاتا ہے۔
- دورِ مکی میں چونکہ اسلامی ریاست موجود نہیں تھی اس لئے انفرادی دفاعی قوت کو بڑھانے کے لئے مختلف طریقہ کار کو بروئے کار لایا گیا مثلاً تجارت، زراعت، حرفہ واستکاری۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہجرتِ حبشہ ہوئی، بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ وقوع پذیر ہوا اور دعوت وتعلیم کے لئے مراکز قائم کیے گئے۔ اس کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ پر زور دیا گیا۔
- کسی بھی ریاست کے معاشی ودفاعی استحکام اس کے بہترین مالیاتی نظام پر منحصر ہے۔

تجاویز اور سفارشات (Suggestions & Recommendations)

محقق کے نزدیک اس تحقیقی مقالہ کے تجاویز و سفارشات درجہ ذیل ہیں:

- بعثِ نبوی سے قبل دور کے نظامِ مالیات کا بعثتِ نبوی کے بعد کے نظامِ مالیات سے تقابل ایک بہترین موازنہ ہوگا۔

- مکی دور کے نظامِ مالیات کا مدنی دور کے نظامِ مالیات سے موازنہ ایک اچھا اقدام تصور ہو گا۔
- نبوی دور کے نظامِ مالیات کا دورِ خلافتِ راشدہ کے نظامِ مالیات سے موازنہ ایک احسن اقدام تصور ہو گا۔
- نبوی دور کے نظامِ مالیات کا موجودہ دور کے نظامِ مالیات سے تقابل ایک بہترین اقدام ہو گا۔
- نبوی دور میں نظام مالیات کا موجودہ دور سے تقابل اور دور نبوی میں مالیاتی نظام کے قوانین کو دور جدید کے قوانین کے تقابلی جائزہ لینا بھی بہترین کام ہو گا۔
- سیرت النبی کی روشنی میں دور جدید کے مالیاتی ذرائع کا تحقیقی جائزہ لینا بھی چاہیئے۔
- اسلامی مالیاتی ذرائع کے طریقہ کار اور دور جدید کے مالیاتی ذرائع کے طریقہ کار کو پرکھنا اور ان میں حلال وحرام کا اطلاق بھی بہترین اقدام ہو گا۔

خلاصہ (Summary)

حضرت محمد الرسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی اگر مکی عہد پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی وجود نہیں تھا اور نہ ہی نظامِ مالیات اور نظامِ دفاع کا کوئی باقاعدہ شکل موجود تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ اسلام کا ابتدائی زمانہ اور تربیت وتزکیہ کا دور تھا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں کا انفاق فی سبیل اللہ کی طرف متوجہ کیا گیا تاکہ مال کی محبت اُن کے قلوب سے نکل جائے۔ جو کہ آگے جا کر مدینہ منورہ میں جو ایک اسلامی ریاست قائم ہونے والی تھی اس کے لئے یہاں افرادی قوت بڑھانے کی تیاری بھی تھی۔ اسی مقصد کے لئے آپ ﷺ نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ تھوڑے بہت جو مسلمان ہیں وہ محفوظ رہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مکی دور میں شوال کے مہینے میں نبوت کے دسویں سال حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف کا دورہ کیا تاکہ قبیلہ بنو ثقیف مسلمان ہو کر، مسلمانوں کی افرادی قوت بڑھانے کا سبب بنے۔ علاوہ ازیں عقبہ اولیٰ وثانیہ بھی اسی مقصد کی طرف ایک پیشگی قدم تھا۔ دورِ مکی میں افرادی قوت بڑھانے کے لئے غلاموں کی آزادی کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر بھرپور عمل کیا۔ اسی دور میں آپ ﷺ نے دعوتی وتعلیمی مراکز بنائے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور افرادی قوت بڑھتی گئی۔ الغرض آپ ﷺ کی تیرہ برس کی محنت کا نتیجہ مکی دور میں نظر نہیں آیا البتہ کچھ ہی مدت بعد مدنی دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کا بدلہ ایک مضبوط اسلامی ریاست کی صورت میں دیا۔

حواشی ومصادر (References)

1 سیرتِ رسول پاک ﷺ بروایت ابن اسحاقؒ، محمد ابنِ اسحاق بن یسارؒ(85ھ-150ھ)، جلد اول، صفحہ 146،، ناشر: مکتبہ نبویّہ، گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان، سالِ طباعت ہفتم ایڈیشن 1431ھ

2 عبداللہ بن عنمہ الضبی: ایک سابق فوجیوں میں ایک شاعر ہے۔اسے قادسیہ کی جنگ کا پتہ چلا اور اس میں شامل ہوا۔اس نے بنو شیبان کے قبیلہ میں شادی کی تھی۔المفضلیات، المفضل، تحقیق عمر الطباع، دار الارقم بن ابی الارقم، بیروت، الطبعۃ الاولی، صفحہ 370 – 373

3 البلاذری، احمد بن یحیی، م: 279ھ، انساب الاشراف، جلد 11، صفحہ 380، تحقیق: سھیل زکار و ریاض الزرکلی، الناشر: دار الفکر۔ بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1417ھ، عدد الاجزاء: 13

4 قصی بن کلاب بن مرۃ(پیدائش: 400-480م)۔آپ ﷺ کے آباء میں سے تھے۔والدہ کا نام فاطمہ تھا۔آپ ﷺ آپ کے پانچویں پشت میں پیدا ہوئے۔آپ ہاشم کے دادا تھے۔بے شمار صحابہ کرام آپ کے نسل میں سے ہیں۔آپ نے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرکے اس کی خدمت کی۔آپ نے پہلی دفعہ یہ قانون بنایا کہ کعبہ کے زائرین کو مفت کھانا اور پانی مہیا کیا جائے گا۔

5 ابن ہشام: سیرۃ، جلد 1، صفحہ 131 ذکر قصی بن کلاب، ابن حبیب کتاب المخبر، صفحہ 164، 154، تحقیق: مصطفی السقا، الناشر: شرکۃ مکتبۃ، الطبعۃ: الثانیہ، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، 1375ھ، عدد الاجزاء: 02

6 حوالہ مذکورہ بالا ایضاً

7 اخبار مکۃ، للامام محمد بن عبداللہ الغسانی الازرقی، م: 250ھ، باب ماجاء فی ولایۃ قصی بن کلاب، جلد 1، صفحہ 109، تحقیق: رشدی الصالح ملحس، الناشر: دار الاندلس، بیروت، عدد الاجزاء: 02، واما الرفادۃ فخرج کانت قریش تخرجہ من اموالھا الخ۔

8 مدینہ منورہ مغربی سعودی عرب کے خطہ حجاز کا شہر، جہاں حضور ﷺ کا روضہ مبارک ہے۔اس شہر کا پرانا نام یثرب تھا، لیکن ہجرت کے بعد اس کا نام مدینۃ النبی رکھ دیا گیا جو بعد ازاں مدینہ بن گیا۔

9 سعودی عرب کے صوبہ مکہ کا ایک شہر ہے۔آپ ﷺ نے تبلیغ کے لیے طائف کا سفر کیا تھا۔اس کا موسم کافی خوشگوار ہے۔

10 حوالہ مذکورہ بالا ایضاً

11 قدیم عرب کا ایک مشہور قبیلہ جو قریش اور ان کے اتحادی قبیلہ بنو کنانہ اور اُس کے حلیف قبیلہ بنو کنانہ کا حریف تھا۔فریقین میں لڑائیاں ہوئیں جن میں سے ایک میں رسول صلعم (بعثت سے قبل) نے اپنے قبیلہ قریش کے ساتھ شرکت کی۔

12 **عکاظ**، زمانہ جاہلیت میں منعقد ہونے والا عربوں کا ایک مشہور قومی، ملی اور عملی میلہ جس میں شرکت کے لیے دور دور سے عرب قبائل آتے تھے۔اس میں زیادہ تر توجہ اپنے اپنے قبائل کی بہادری اور ان کے کارنامے پیش کرنے کی منعطف ہوتی۔شعر اپنا اپنا کلام پیش کرنے اور فیصلے کے لیے بیت اللہ میں لٹکا دیا کرتے تھے۔ایک روایت کے مطابق سبعہ معلقہ) سات مشہور عربی قصائد) کے ترتیب عکاظ کے عملی مقابلوں کا نتیجہ ہے۔اس مقابلے میں جس شاعر کا قصیدہ منتخب کیا جاتا اسے سونے کے پانی سے تحریر کرکے کعبۃ اللہ کی دیوار پر آویزاں کیا جاتا تھا۔ (کتاب: مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مصنف: مرحوم سید قاسم محمود، ص- 1082، کتاب: مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مصنف: مرحوم سید قاسم محمود، ص- 1083)

13 ابن اثیر نے کہا ہے کہ زھیر بن جذیمہ عبس کے امیر تھے اور زمانہ جاہلیت میں عرب کے سرداروں میں تھے۔ھوازن اس سے ڈرتی تھی حتی کہ اس کی پوجا کرتی تھی، اور ہر سال اس کے لیے چربی، بکری اور بھیڑیں لے کر عکاظ بازار میں اس کے پاس لاتی تھی۔زھیر بن جذیمۃ۔ویکیپیڈیا/ابن الاثیر۔ الکامل فی التاریخ المجلد الاول صفحہ 440۔

14 الکامل فی التاریخ، محمد بن محمد الجزری ابن اثیر، م: 630ھ، جلد 1، صفحہ 501، وکانت ھوازن توتی زھیب بن الجزیمۃ، تحقیق: عمر عبدالسلام تدمیری، الناشر: دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی: 1417ھ، عدد الاجزاء: 10

15 عبداللہ بن ارقط/اریقط، پیغمبر محمد ﷺ اور ابو بکر صدیقؓ اوران کے ساتھیوں کی مکہ سے یثرب (مدینہ) شہر کی ہجرت کے راستے پر رہنمائی کرتا تھا۔ جہاں وہ انہیں ساحل کے راستے مدینہ لے آیا۔ آپ مسلمان نہیں تھے بلکہ قریش کے مذہب پر تھے۔ بعض کے نزدیک اس نے بعد میں اسلام قبول کیا کیونکہ الذہبی نے اسے صحابہ میں سے ایک سمجھا۔(الإصابة في تمييز الصحابة ج-4، ص5، الأسماء المبهمة والأنباء المحكمة « باب العين » عَبْد اللَّهِ بْن أريقط الليثي نسخة محفوظة 13 أبريل 2020 على موقع واي باك مشين)

16 صحیح البخاری، جلد3، صفحہ 89، رقم الحدیث:2264، واستاجر رسول اللہ (ﷺ) وابو بکر الی آخرہ مختصراً، البدایہ والنہایہ، اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ، م:774ھ، جلد3، صفحہ 118، تحقیق: علی شیری، الناشر: دار احیائے التراث العربی، الطبعۃ الاولی:1408ھ، عدد الاجزاء:14

17 صحیح البخاری، جلد3، صفحہ 88، رقم الحدیث:2262، کنت ارعاھا علی قرایط لاھل مکۃ

18 جعفر ابن ابی طالب جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت علیؓ کے بھائی اور محمد ﷺ کے چچازاد بھائی تھے۔ شاہِ حبشہ نجاشی کے دربار میں آپ نے تقریر کی۔ جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ اسی جنگ میں شہادت پائی۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا)

19 اصل نام "اصحمہ" تھا۔ وفات: اکتوبر 630ء)، باپ کا نام "ابجر"، نجاشی شاہی لقب حبشہ (ابی سینا) کے بادشاہ تھے، عرب میں عطیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں (اصابہ، جلد:1، ذکر اصحمہ)۔ بعض روایتوں کے مطابق اس نے جعفرؓ کے ہاتھ پر بیعتِ اسلام بھی کی تھی۔(ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی الصلاۃ علی المسلم یموت فی بلاد الشرک، حدیث نمبر:2790، شاملہ، موقع الاسلام)

20 صحیح ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، م:311ھ، جلد4، صفحہ 13، رقم الحدیث:2260، وامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصیام، تحقیق: محمد مصطفی الاعظمی، الناشر: المکتبۃ الاسلامی، بیروت، عدد الاجزاء:04

21 فتح الباری، احمد بن علی بن حجر عسقلانیؒ، م:852ھ، جلد7، صفحہ 486تا490، الناشر: دار المعرفۃ، بیروت، سن اشاعت:1379ھ

22 حضرت شعیبؑ، اللہ تعالی کے بھیجے گئے ایک نبی تھے اور آپ موسیؑ کے سسر بھی تھے۔ آپؑ مدین کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آپ خطیب الانبیاء کے لقب سے مشہور تھے۔(تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

23 سورۃ ھود 11 : 87

24 سیدنا زید بن حارثہؓ وہ واحد صحابی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ حکیم بن حزام نے آپ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو ہدیا کیا تھا۔ حضور ﷺ نے آپ کو اپنا متبنی بنایا تھا۔ غلاموں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا تھا۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

25 سعودی عرب کے صوبہ مکہ کا ایک شہر ہے۔ حضور ﷺ نے تبلیغ کے لیے طائف کا سفر کیا تھا لیکن طائف کے لوگوں نے ان سے برا سلوک کیا اور پتھر برسائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نعلین مبارک لہولہان ہوگئے (آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

26 عرب کا مشہور قبیلہ جو بہت جنگجو تھا اور طائف اور اس کے گرد و نواح میں آباد تھا۔

27 السیرۃ الحلبیۃ، نور الدین الحلبی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، جلد1، صفحہ 499، الطبعۃ الثانی:1427ھ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، محمد احمد، عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، صفحہ 155، الطبعۃ الاولی، 1993ء، بیروت، الناشر: دار القلم

28 الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، عبدالرحمن بن ابی بکر، م:911ھ، جلد3، صفحہ 22، وابتغ علی نفسک وعیالک حلالا فان فی ذلک جھاد فی سبیل اللہ، الناشر: دار الفکر۔ بیروت، عدد الاجزاء:8

29 تفسیر سورہ قریش، تفسیر قرطبیؒ، محمد بن احمد الخزرجی القرطبی، م:671ھ، جلد20، صفحہ 200، تحقیق: احمد البردونی، الناشر: دار لکتب المصریہ القاہرہ، الطبعۃ: الثانیہ:1384ھ، عدد الاجزاء:20

30 مشرق وسطیٰ کے ایک بڑے علاقے کے لیے استعمال ہونے والی ایک غیر واضح تاریخی اصطلاح ہے۔ یہ علاقہ مغرب میں بحیرہ روم، مشرق میں صحرائے عرب کے شمالی حصوں اور بالائی بین النہرین اور شمال میں کوہِ ثور کے درمیان واقع ہے۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

31 یمن مغربی ایشیا میں واقع مشرق وسطیٰ کا ایک مسلم ملک ہے۔اس کے شمال اور مشرق میں سعودی عرب اور عمان، جنوب میں بحیرہ عرب ہے اور مغرب میں بحیرہ احمر واقع ہے۔یمن کا دارالحکومت صنعاء ہے اور عربی اس کی قومی زبان ہے۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

32 خدیجہؓ بنت خویلد (پیدائش: 556ء-وفات: 30 اپریل 619ء)، مکہ کی معزز قبیلہ قریش سے تعلق تھا۔طاہرہ کے لقب سے مشہور تھی۔آپؓ نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔پہلے ام المؤمنین تھی۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

33 الافغانی، اسواق العرب فی الجاھلیۃ والاسلام، سعید بن محمد، م: 1417ھ، جلد 1، صفحہ 134، وعمرو بن العاص وکان تاجرین الی ارض الحبشۃ، عدد الاجزاء: 01، الناشر: الطبعۃ: ۔، عدد الاجزاء: 1

34 ابو حفص عمر بن خطاب عدوی قریشی ملقب بہ فاروق (پیدائش: 586ء تا 590ء کے درمیان مکہ میں۔وفات: 6 نومبر، 644ء مدینہ میں)۔دوئم خلیفہ راشد ہے۔نبی اکرم ﷺ کے سسر بھی ہے۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

35 ابو عبداللہ عثمان بن عفان اموی قرشی (47ھ-35ھ/576ء-656ء)۔اسلام کے تیسرے خلیفہ، داماد رسول اور جامع قرآن تھے۔کنیت ذوالنورین ہے کیونکہ آپ نے محمد ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کیا تھا۔آپ پہلے صحابی ہیں جنھوں نے حبشہ ہجرت کی۔آپ حیا کا پیکر تھے۔(آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا)

36 آپ محمد ﷺ کے صحابی تھے ان کا لقب تاجر الرحمن تھا۔آپ عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ (آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے)

37 طلحہ بن عبید اللہ التیمی القرشی (28ق۔ھ- 36ھ/594ء-656ء)، عشرہ مبشرہ میں تھے، سابقین اولین میں تھے۔حضور ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جو شخص زمین پر شہید کو چل کر دیکھنا چاہتا ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔طلحہ بن عبید اللہ ویکیپیڈیا/ حوالہ: ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، الجزالسابع، صفحہ: 137، 138، 144، مکتبۃ المعارف۔بیروت (1981)، ومکتبۃ العصر۔الریاض (1966)

38 الزبیر بن العوام الاسدی القرشی (28ق۔ھ 36ھ/594ء-656ء)، عشرہ مبشرہ میں شامل ہے۔سابقین اولین میں تھے۔حضور ﷺ کے حواری کے لقب سے مشہور تھے۔ (حوالہ: سیر اعلام النبلاء لشمس الدین الذھبی، جلد 1، صفحہ 41، 67، ترجمۃ الزبیر بن العوام

39 عمرو بن العاص السہمی القرشی الکنانی (پیدائش: 47ق م یا 45ق م/575ء یا 577ء، وفات: 143ھ/664ء)، حضور ﷺ کا ایک ساتھی اور ایک مسلم فوجی رہنما، مصر کی اسلامی فتح کا رہنما اور فتح کے بعد مصر کا پہلا مسلمان حکمران تھا۔شیخ عرب کے نام سے جانے جاتے تھے۔ویکیپیڈیا

40 حوالہ مذکورہ بالا

41 سعید بن العاص صحابی تھے۔پیدائش 1ھ، وفات 679ھ (55-56 سال): نہایت فصیح اللسان تھے۔آپ محدث، والی اور عسکری قائد تھے۔ 30ھ کو آپ نے طبرستان فتح کیا۔ البدایہ جلد 7، صفحہ 154

42 ابان بن سعید بن العاص صحابی رسول، کاتب وحی اور مکہ مکرمہ کے خاندان قریش کی سرکردہ شخصیت تھے۔ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر عبدِ مناف پر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے۔اسد الغابہ: 1/35

43 حضرت محمد ﷺ کے قبیلہ قریش کے امیر قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا۔بنو مخزوم ویکیپیڈیا

44 انساب الاشراف للبلاذری جلد 1، صفحہ 78، 327، 333، 328۔کتاب المنطق، ابن حبیب بغدادی، صفحہ 99، 98، ابن سعد جلد 1، صفحہ: 88، 87، سیرت ابن اسحاق/ سیرت ابن ہشام، جلد 2 صفحہ: 28، 31

45 یثرب مدینہ منورہ کا پرانا نام تھا۔جب حضور ﷺ نے مکہ سے یثرب کو ہجرت کی تو اس کا نام مدینۃ النبی پڑ گیا جواب اختصاراً مدینہ کہلاتا ہے۔

46 صحیح البخاری، کتاب الزراعہ کے ابواب اور فتح الباری کے مباحث نیز کتاب الاطعمہ کے ابواب جیسے لوکی کے لئے حدیث: 378، پیاز کے کھیت کے ذکر کے لئے فتح الباری جلد 9، صفحہ 711، 712، چقندر کی پیداوار کے لئے حدیث بخاری، 5403، اوس وخزرج کے خاص مشغلہ زراعت کے لئے حدیث بخاری۔

[47] سیرۃ ابن اسحاق، محمد ابن اسحاق، م: 151ھ، جلد1، صفحہ 124، وانا راعی غنم اھلی باجیاد، تحقیق: سھیل زکار، الناشر: دار الفکر۔ بیروت، الطبعۃ: الاولیٰ، 1398ھ، عدد الا جزاء: 1

[48] حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ آپ سابقون الاولون میں شامل ہیں۔ آپ نے غزوہ بدر سمیت بڑے غزوہ میں شرکت کی۔ پیدائش 6 ویں صدی عیسوی، وفات: سنہ 650ء (49-50 سال)۔ فقہ اور تفسیر قرآن کے ماہر تھے۔

[49] مسند احمد، احمد بن حنبلؒ، م: 241ھ، جلد6، صفحہ 82، رقم الحدیث: 3598، کنت ارعی غنما لعقبۃ بن ابی معیط، تحقیق: شعیب الارنؤوط، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الاولیٰ، 1421ھ۔

[50] برکہ بنت ثعلبہ، جنہیں عام طور "ام ایمن" کے نام سے جانا جاتا ہے، حضور ﷺ کے والد بزرگوار عبد اللہ کی خادمہ تھیں۔

[51] آپ مشہور صحابی ہیں، پرانے مؤمن ہیں۔ اسلام لانے والوں میں ان کا چھٹا نمبر تھا، اسی لیے "سادس الاسلام" کہلاتے تھے۔ پیدائش سنہ 587ء اور وفات: سنہ 658ء۔ زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کیے گئے۔

[52] سعد بن ابی وقاص فاتح ایران جن کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو زہرہ سے تھا، جو محمد ﷺ کا ننھیالی خاندان ہے اس لیے آپ رشتے میں حضور کے ماموں زاد بھائی تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ آپ کی سگی پھوپھی تھیں۔ نزول وحی کے ساتویں روز ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ترغیب دلانے پر مشرف باسلام ہوئے۔

[53] صہیب الرومی یا صہیب بن سنان الرومی (پیدائش: 587ء۔ وفات: مارچ 659ء) صحابی ہیں۔ وطنِ اصلی ایک قریہ تھا جو باختلافِ روایات موصل کے قریب، لب دجلہ یا الجزیرہ میں واقع تھا۔ آپ اور عمار بن یاسر ایک ہی دن اسلام لائے آپ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ومن الناس من یشتری نفسہ الخ۔

[54] المعارف، عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری، م: 276ھ، جلد1، صفحہ 575، وکان العوام ابو الزبیر خیاطاً، تحقیق: ثروت عکاشہ، الناشر: الھیئۃ المصریۃ، الطبعۃ الثانیۃ: 1992ء، عدد الا جزاء: 01؛ کتاب المحبر، ابن حبیب بغدادی، اردو ترجمہ مذکورہ بالا

[55] سورۃ البلد 90: 13

[56] سورۃ البقرۃ 02 : 221

[57] سورہ توبہ 09 : 60

[58] سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی ابن ماجہ م: 273،، جلد2، صفحہ 901، حدیث نمبر 2698، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، الناشر: دار الاحیاء الکتب العربیۃ، عدد الا جزاء: 02، آخری سن اشاعت 1438ھ، 2017ء

[59] یہ وہ واحد صحابی ہے جن کا نام قرآن مجید میں آیا ہے۔ آپ غلام تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے خرید لیا اور اپنی پھوپھی کو ہدیا کیا، پھر حضرت خدیجہ نے حضور ﷺ کو ہدیا کر دیا۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے

[60] ابو بکر صدیق عبد اللہ بن ابو قحافہ عثمان تیمی قریشی (573ء – 634ء) اسلام کے پہلے خلیفہ راشد، عشرہ مبشرہ میں شامل، حضور ﷺ کے اولین جانشین، صحابی، خسر اور ہجرت مدینہ کے وقت رفیق سفر تھے۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے

[61] امیہ بن خلف اسلام کا بہت بڑا دشمن اور بلال بن رباح اور خباب بن الارت کا آقا جس کے خلاف قرآن میں آیتیں نازل ہوئیں۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے

[62] حکیم بن حزام صحابی رسول کنیت ابو خالد، ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کی پیدائش کعبہ میں ہوئی، آپ کی پیدائش کے علاوہ کسی اور کی پیدائش نہ پہلے اور نہ بعد میں ہوئی۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا سے

[63] صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، جلد3، صفحہ 147، کتاب العتق، رقم الحدیث: 2538، تحقیق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، الناشر: دار طوق النجاۃ، الطبعۃ: الاولیٰ: 1422ھ، عدد الا جزاء: 09

64 مصنف ابن ابی شیبۃ، امام ابو بکر بن ابی شیبہ، م: 235ھ، باب فی عتق الیھودی والنصرانی، جلد 3، صفحہ 108، رقم الحدیث: 12550، تحقیق: کمال یوسف الحوت، الناشر: مکتبۃ الرشد۔ الریاض الطبعۃ: الاولی، 1409ھ، عدد الاجزاء: 07

65 البدایہ االنہایہ، اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ، م: 774ھ، جلد 7، صفحہ 203، انا اعتق فیھا رقبۃ منذ اسلمت، راوی ابو ثور الفقیمی، تحقیق: علی شیری، الناشر: داراحیائے التراث العربی، الطبعۃ: اولیٰ: 1408ھ

66 غزوہ بدر 17 رمضان 2 ہجری بمطابق 13 مارچ 624ء کو محمد ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں اور ابو جہل کی قیادت میں مکہ کے قبیلہ قریش اور دیگر عربوں کے درمیان مدینہ میں جنوب مغرب میں بدر نامی مقام پر ہوا۔ اسے غزوہ بدر کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن مبارک پوری، الناشر: دار الھلال- بیروت، الطبعۃ الاولی

67 اس قبیلہ نے غزوہ احد میں قریش کے ساتھ سازشیں کی تھی جس کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تیاری شروع کردی۔ آپ ﷺ نے شعبان 6ھ میں مریسع کے مقام پر اس قبیلہ کے ساتھ جنگ کی جس میں ان کے 10 افراد ہلاک ہوگئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے پاس دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بھیڑیں مالِ غنیمت کے طور پر آئیں اور لاتعداد قیدی بھی ہوئے جن میں عورتیں اور بچے شامل تھے۔

68 8ھ/630ء حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ اس جنگ کا دوسرا نام "غزوہ ہوازن" بھی ہے۔ اس لڑائی میں بنی ہوازن سے مقابلہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ 9ھ میں 12 ہزار مجاہدین کے ساتھ ان کے مقابلے کو نکلے۔ کفار مقابلے کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ نکلے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شاندار کامیابی ہوئی اور دشمن کے ہزاروں آدمی گرفتار ہوئے۔ بخاری شریف جلد 2، صفحہ 621، غزوہ طائف

69 مسند احمد، امام احمد بن حنبلؒ، م: 241ھ، جلد 3، صفحہ 242، رقم الحدیث: 1717، تحقیق: شعیب الارنؤوط، الناشر: مؤسسۃ الرسالہ، الطبعۃ: الاولی، 1421ھ

70 ثوبان بن بجدد رسول اللہ ﷺ کی خدمت پر مامور صحابی تھے۔ خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا۔ ابتداء میں غلام تھے۔ آپ ﷺ نے خرید کر آزاد کردیا۔

71 ابتداء میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے انہوں نے حضور ﷺ کو دیدیا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس کے اسلام کی مسرت پر آزاد کردیا۔ ابن سعد، جز4، ق1، صفحہ: 51

72 آپ ﷺ کے مشہور اصحاب میں سے تھے۔ ابتدائی طور پر ان کا تعلق زرتشی مذہب سے تھا مگر حق کی تلاش ان کو اسلام کے دامن تک لے آئی۔ آپ کئی زبانیں جانتے تھے اور مختلف مذاہب کا علم رکھتے تھے۔ حضور ﷺ کے بارے میں مختلف مذاہب کی پیشینگوئیوں کی وجہ سے وہ اس انتظار میں تھے کہ حضور ﷺ کا ظہور ہو اور وہ حق کو اختیار کرسکیں۔

73 ام المؤمنین ماریہ قبطیہ، حضور ﷺ کی ازواج میں سے ایک تھیں۔ وہ پہلے مسیحی تھیں اور بازنطینی شاہ مقوقس نے 628ء میں انہیں حضور ﷺ کے پاس بطورِ ہدیہ بھیجا تھا۔

74 المنتظم فی تاریخ الملوک والامم، عبدالرحمٰن بن علی الجوزیؒ، م: 597ھ، جلد 4، صفحہ 33، راوی، سھل بن حنیف عن ابیہ عن جدہٖ، تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1412ھ، عدد الاجزاء: 19؛ سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، محمد بن یوسف الصالحہ، م: 942ھ، جلد 12، صفحہ 250، اعتق النبی (ﷺ) فی مرضہ اربعین نفساً، تحقیق و تعلیق: الشیخ عادل احمد، الناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ لبنان، الطبعۃ: الاولی، 1414ھ، عدد الاجزاء: 12

75 صحیح البخاری، باب مناقب بلال ابن رباح مولیٰ ابی بکر، جلد 5، صفحہ 27، رقم الحدیث: 3754، طباعت ایضاً

76 المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبداللہ الحاکم، م: 405ھ، جلد 3، صفحہ 574، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطاء، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1411ھ، عدد الاجزاء: 04

77 الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد، م: 230ھ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، جلد 3، صفحہ 184، ودعیت دار الارقم دار الاسلام، تحت ترجمۃ ارقم بن الارقم الاسد، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، الناشر: دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، الطبعۃ: الاولی، 1410ھ۔1990ء، عدد الاجزاء: 08

78 المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد اللہ الحاکم، م: 405ھ، جلد 3، صفحہ 574، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطاء، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1411ھ، عدد الاجزاء: 04

79 اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، علی بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر، م: 630ھ، جلد 2، صفحہ 452، رقم الحدیث: 528، راوی: ابن اسحاق، فضرب سعد رجلاً من المشرکین، تحقیق: علی محمد معوض، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ: الاولی، سنۃ النشر: 1415ھ، عدد الاجزاء: 8

80 المستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد اللہ الحاکم، م: 405ھ، جلد 3، صفحہ 574، تحقیق: مصطفی عبد القادر عطاء، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: 1411ھ، عدد الاجزاء: 04

81 حوالہ مذکورہ بالا، ایضاً

82 اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، تذکرہ نمبر: 3804: عمار بن یاسرؓ، جلد 4، صفحہ 122، وکان اسلامھما بعد بضعۃ وثلاثین رجلاً

83 انظر اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ تحت تراجم ھذہ الصحابہ

84 سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 321، ذکر الھجرۃ الاولی الی ارض الحبشۃ

85 سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 321، ذکر الھجرۃ الاولی الی ارض الحبشۃ

86 سیرت ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، م: 213ھ، جلد 1، صفحہ 706، من المھاجرین ثلاثۃ وثمانون رجلاً، تحقیق: مصطفی السقا، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، الطبعۃ: الثانیۃ: 1375ھ، عدد الاجزاء: 02

87 صحیح ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ، م: 311ھ، جلد 4، صفحہ 13، رقم الحدیث: 2260، وامرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصیام، تحقیق: محمد مصطفی الاعظمی، الناشر: المکتبۃ الاسلامی، بیروت، عدد الاجزاء: 04

88 سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 433، کنتُ فیمن حضر العقبۃ الاولی، وکنا اثنی عشر رجلاً، فبایعنا، راوی: عبادہ بن صامت، تحقیق: مصطفی السقا، الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر، الطبعۃ: الثانیۃ، 1375ھ، عدد الاجزاء: 02، صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفود الانصار وبیعۃ العقبہ، صحیح مسلم، کتاب الحدود

89 زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیؒ، م: 751ھ، جلد 2، صفحہ 51، واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ، الناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت۔ مکتبۃ المنار الاسلامیۃ، الکویت، الطبعۃ: السابعۃ والعشرون، 1415ھ، عدد الاجزاء: 5، ماخوذ از فقہ السیرہ النبویۃ، ڈاکٹر محمد رمضان البوطیؒ، اردو ترجمہ، صفحہ 219

90 سیرت ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 434